شریعت اور اس کا نفاذ

تحریر: ڈاکٹر عارف محمود کسانہ

پاکستان میں اکثر و بیشتر نفاذ شریعت کا مطالبہ کیا جاتا ہے اور حالیہ دنوں میں تو اس مطالبہ نے ایک وسیع مسلح تصادم کی صورت اختیار کر لی ہے اور لاکھوں افراد بے گھر ہو گئے ہیں۔ دوسری جانب دونوں طرف خونِ مسلم پانی کی طرح بہایا جا رہا ہے۔ ان حالات میں سنجیدہ حلقے یہ سوچنے پر مجبور ہیں کہ نفاذ شریعت اصل میں ہے کیا اور یہ کیسے بروئے کار لایا جا سکتا ہے اور اس سے بھی اہم ''شریعت'' سے مراد کیا ہے اور ایک اسلامی مملکت میں شریعت پر عمل درآمد کس طرح ممکن ہے۔ یہ وہ سوالات ہیں جو زیر بحث ہیں اور انہی سوالات کو قرآن حکیم اور فکر اقبال کے تحت دیکھتے ہیں۔ لفظ شریعت 'شرع' سے ہے جسکا معنی کھل جانا اور واضح ہو جانا ہے اور اس گھاٹ کو بھی کہتے ہیں جہاں سے انسانوں اور جانوروں کو مسلسل بہنے والا پانی ملے۔ الشارع سیدھے اور کھلے راستہ کو کہتے ہیں۔ سورۃ الشوریٰ کی آیت 13 میں ہے ''اللہ نے تمہارے لئے نظام زندگی یعنی قانون حیات کو واضح کیا ہے'' اسی طرح سورہ جاثیہ کی آیت 18 میں کہا ''ہم نے تجھے کھلے اور واضح راستہ پر لگا دیا ہے'' واضح راستہ سے مراد دین ہے۔ یہ حقیقت بھی پیش نظر رہے کہ قرآن نے اسلام کو دین کہا ہے مذہب نہیں عمومی طور پر دین اور شریعت الگ الگ معنوں میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ دین سے مراد وہ مستقل اصول اور احکام ہیں جو مستقبل نوعیت کے ہیں اور وہ قرآن حکیم میں صراحت کے ساتھ موجود ہیں وہ ہر دور میں اسی طرح قابل عمل ہیں جبکہ شریعت سے مراد وہ جزئی احکام ہیں جو زمانے کے تقاضوں کے مطابق قرآن حکیم کی روشنی میں وضع کئے جائیں گے۔ قرآن کے اصول ہمیشہ ایک جیسے اور غیر متبدل ہونگے جبکہ جزئی احکام حالات کے تقاضوں کے مطابق بدلتے رہیں گے ان احکام شریعت میں اجتہاد کے ذریعہ تغیر و تبدل ممکن ہے مگر اصول شریعت میں کوئی تبدیلی نہیں کی جا سکتی۔ اس موضوع پر علامہ اقبال نے اپنے خطبات میں بڑی تفصیل سے بحث کی ہے۔

قرآن حکیم نے جزئی احکام کو منہاج اور مناسک بھی کہا ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ یہود و نصاریٰ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر قرآن منجانب اللہ ہے تو اس میں ایسے احکام کیوں ہیں جو ہماری شریعت کے خلاف ہیں۔ اس اعتراض کا جواب سورہ حج میں آیت 67 میں یوں دیا ''ہم نے ہر قوم کے لئے طریقہ تجویز کیا تھا جس پر وہ چلیں۔ اس کے طریقہ کار میں اختلاف ہو سکتا ہے مگر اصل دین میں نہیں۔''

یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے جزئیات اور تفصیلات خود طے نہیں کیں اور یہ امت پر چھوڑ دیا ہے کہ وہ اپنے اپنے معروضی حالات اور وقت کے تقاضوں کے مطابق تفصیلات طے کر لیں۔ اور ساتھ قرآن حکیم میں حکم دیا کہ احکام کی جزئیات کُرید کُرید کر نہ پوچھو یہ نہ ہو کہ تمارا بھی یہود کا سا حال ہو جائے کہ جب تفصیلات بھی طے کر دی جائیں تو بعد میں ان پر عمل نہ کر سکو (5/102-103)۔

حضور ختم المرسلین رحمت اللعالمین ﷺ جب اس جہان فانی سے تشریف لے گئے تو دین مکمل کر کے گئے اور وہ قرآن حکیم کی صورت میں واحد تحریری ریکارڈ دے کر گئے۔ خلفاء راشدین کے تیس سالہ دور خلافت میں بھی صرف قرآن حکیم ہی موجود تھا باقی تاریخ و روایات بہت عرصہ بعد جا کر مرتب ہوئیں اور فقہ و احادیث کی کتب دور بنو عباس میں ضبط تحریر میں لائی گئیں۔ اب ضروری نہیں کہ بنو عباس کے دور میں مرتب کردہ جزئی احکام آج بھی ہمارے لئے مکمل طور پر قابل عمل اور لائق پیروی ہوں۔ اس دور میں مرتب شدہ تفصیلات میں سے جن پر عمل ممکن ہے ان پر عمل کیا جائے اور جن پر عمل ممکن نہ ہو یا حالات کے تقاضے بدل گئے ہوں وہاں نئے قانون وضع کیے جائیں اور قانون سازی پوری امت مسلمہ کا فریضہ ہے کسی ایک فرد واحد یا جماعت کو حق حاصل نہیں۔ اس ضمن میں رائے تو دی جا سکتی ہے مگر قانون بنانا مملکت کا کام ہے جیسا میں پاکستان میں 1973ء کے دستور میں واضح ہے کہ کوئی قانون قرآن و سنت کے منافی نہیں بنایا جائے گا اور اس دستور کو تمام جید علماء نے منظور کیا تھا۔ اس کے تحت پاکستان کی پارلیمنٹ جو قانون واضع کرے گی وہی شریعت کے احکام ہونگے۔ اگر بنو عباس اور دوسرے ادوار میں شخصی رائے شریعت کا حکم ہو سکتی ہے تو آج امت مسلمہ کے نمائندے قرآن و سنت کی روشنی میں قانون سازی کریں تو یہ کیوں قابل تقلید نہیں۔

اکثر علماء جب یہ کہتے ہیں کہ شریعت کا یہ حکم ہے تو انہیں واضح کرنا چاہیے کہ قرآن میں یہ کہاں ہے یا یہ ان کی ذاتی رائے ہے اور جہاں تک ذاتی رائے کا تعلق ہے امام ابو حنیفہؒ کے مطابق کسی کو حق حاصل نہیں کہ اپنی ذاتی رائے دوسروں پر مسلط کرے۔ قرآن حکیم میں ہے ''کسی انسان کو اگرچہ اسے کتاب و حکمت اور نبوت تک بھی ملی ہو یہ حق حاصل نہیں کہ لوگوں کو کہے کہ تم میرے بندے بن جاؤ (3/78)''

ترمذی شریف کی روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ ''یہود و نصاریٰ نے اپنے علماء و مشائخ کو خدا بنا لیا تھا'' (9/31)۔ تو عدی بن حاتم نے کہا کہ وہ لوگ ان کی پرستش تو نہیں کرتے تھے پھر انہوں نے انہیں خدا کیسے بنا لیا تھا اس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا یہ واقعہ نہیں کہ جس چیز کو ان کے علماء و مشائخ حلال قرار دیتے تھے یہ لوگ بھی اسے حلال سمجھتے تھے اور جسے وہ حرام قرار دیتے تھے اسے حرام کہتے تھے۔ یہی علماء و مشائخ کو خدا بنا لینا ہے۔

اسی لئے علامہ اقبال نے فرمایا ہے

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق

اور

تمدن تصوف شریعت کلام
بتانِ عجم کے پجاری تمام

علامہ اقبال کو یہی شکوہ ہے کہ قرآن کی تعلیمات کی تاویلات کی جا رہی ہیں اور نئی شریعت وضع کرتے ہیں۔

قرآن کو بازیچہ تاویل بنا کر
چاہے تو خود اک تازہ شریعت کرے ایجاد

علامہ اقبال امت مسلمہ کی زبوں حالی دیکھ کر پکار اٹھتے ہیں کہ

باقی نہ رہی تیری وہ آئینہ ضمیری
اے کشتہ سلطانی مُلائی و پیری

یعنی نااہل حکمرانوں، بے عمل پیروں اور کوتاہ ظرف علماء کی وجہ سے زبوں حال قوم میں قرونِ اولیٰ کی صفات نہیں رہیں اور اب حالات یہ ہیں کہ

صوفی کی طریقت میں فقط مستی احوال
مُلا کی شریعت میں فقط مستی گفتار

ایک طرف غیر مسلم تحقیق و جد و جہد میں مصروف ہیں مگر ہمارے علماء باہم دست و گریباں ہیں۔

دین کافر فکر و تدبیر جہاد
دین مُلا فی سبیل اللہ فساد

اور انہوں نے اپنے آخری دور کی نظم ابلیس کی مجلس شوریٰ میں نچوڑ پیش کر دیا ہے جہاں ابلیس اپنے چیلوں کو کہہ رہا ہے

یہ ہماری سعئ پیہم کی کرامت ہے کہ آج
صوفی و ملا ملوکیت کے بندے ہیں تمام

مست رکھو ذکر و فکر صبح گاہی میں اسے
پختہ تر کر دو مزاج خانقاہی میں اسے

ضرورت اس امر کی ہے کہ قرآن کی تعلیمات کو سمجھ کر ان پر عمل کیا جائے اور دنیا کی واحد نظریاتی اسلامی مملکت کی بقاء کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتیں صرف کی جائیں۔